ہونے چاہئیں۔ اس کے برخلاف موجودہ مغربی سیاست جو چند بازیگروں کی شعبدہ سامانی کا ایک اکھاڑہ ہے اس کے فلسفۂ اخلاق میں کسی اچھے مقصد کے لئے بُرے سے بُرے ذرائع بھی اختیار کرنے کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ ہماری قوم کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرکے مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہنے کا عزم صمیم پیدا کریں اگر انھوں نے پہلے راستہ کو اختیار کیا تو کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح وہ نہ صرف اپنے ملک کو بچا سکیں گے بلکہ ایشیا کی لیڈر شپ اپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور اخلاقی بنیادوں پر ایشیاء کی عظمت جدید کی تعمیر ایک ایسے طریقہ پر کر سکیں گے کہ مغربی مادیت کی ماری ہوئی دنیا بھی ان سے روشنی حاصل کرنے پر مجبور ہوگی اور اگر خدانخواستہ مغربی سیاست کی تقلید و پیروی میں انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو اس کا انجام تباہی اور عام بربادی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے لیڈر اپنے مغربی حریفانِ سیاست کی دیکھا دیکھی کتنا ہی جھوٹ بولنے اور مکر و فن کی باتیں کرنے کی کوشش کریں لیکن پھر بھی ان کی فطرت میں ایشیائی اوصاف و خصائل کا جوہر موجود ہے وہ غیر اخلاقی سیاسیات کے معرکہ میں اپنے حریفانِ سفید فام سے بازی نہیں جیت سکتے۔ جھوٹ بولنے کے حق میں ان کا شکست کھا جانا یقینی ہے حق اور سچ کا راستہ صرف ایک ہے۔ مکر و فریب اور کذب و دروغ کے ہزار راستے ہیں اور مغرب کو ان راستوں کی جتنی گہری۔ وسیع اور ٹھوس واقفیت ہے مشرق کو اس کا پاسنگ بھی نہیں!! .... سعید احمد

ندوۃ المصنفین کے حلقۂ احباب کے لئے اس ماہ المناک سانحہ حاجی اسرار احمد صاحب کی وفات ہے اکتوبر ۱۹۴۹ء کے آخری سفر کلکتہ میں حاجی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی تھی اور میں ان کو اچھا خاصا تندرست چھوڑ کر آیا تھا اب عزیزم مولوی سعید احمد کے خط سے اچانک ان کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ یوں تو یہ دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔ یہاں جو آتا ہے اسے ایک نہ ایک دن رخصت بھی ہو جانا پڑتا ہے۔ آنے اور جانے کا یہ عمل جب سے دنیا قائم ہے برابر جاری ہے

لیکن جانے والوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اپنے کردار، اخلاق، اور عمل کی وجہ سے ایک خاص مقام کے مالک بن جاتے ہیں پھر جب وہ قانونِ فطرت کے مطابق سفرِ آخرت اختیار کر لیتے ہیں تو جو جگہ انھوں نے اپنے لئے بنائی تھی وہ خالی محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہ خلا رخصت ہو جانے والے کی شخصیت کو یاد دلاتا رہتا ہے۔ اور اُس کی مفارقت کا احساس لوگوں میں بڑھ جاتا ہے

حاجی اسرار احمد صاحب مرحوم بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ مرحوم آنولہ ضلع بریلی کے باشندہ تھے، عرصہ دراز سے کلکتہ میں تجارت کرتے تھے۔ میں چودہ پندرہ سال ہوئے ان سے کلکتہ میں متعارف ہوا تھا۔ اس دوران میں مجھے برابر اُن کے کردار اور عمل کے مطالعہ کا موقع ملتا رہا وہ صرف اچھے تاجر ہی نہیں تھے بلکہ اپنے دل میں ایک ایسا احساس دل بھی رکھتے تھے جس میں مذہب کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جن کاموں کو وہ قوم کے لئے مفید سمجھتے تھے اُن میں اپنی حیثیت سے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے جب "ندوۃ المصنفین" کے قیام کا ابتدائی تصور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے اور میرے ذہن میں آیا تو حاجی صاحب مرحوم اس کی تائید کرنے والوں کی صف اول میں تھے۔ پھر تائید بھی زبانی اور رسمی نہیں بلکہ عملی اور حقیقی، چنانچہ جو تعلق ندوۃ المصنفین سے انھوں نے پہلے دن قائم کیا تھا اُسے آخر وقت تک اُسی آن بان سے نباہتے رہے۔

حاجی صاحب مرحوم صرف چار پانچ دن ٹائیفائڈ میں مبتلا رہ کر اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب کی وفات نے نہ صرف ندوۃ المصنفین کے حلقہ میں رنج وغم کی کیفیت پیدا کر دی ہے بلکہ جمعیۃ علماء، دار العلوم دیوبند، تبلیغی جماعت اور دوسرے بہت سے مذہبی ادارے بھی اس غم میں شریک ہیں۔ ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ حق تعالیٰ انھیں صبر جمیل عطا فرمائیں اور مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے کر اپنے خصوصی انعام سے نوازیں۔ آمین

محمد حفظ الرحمٰن